صلات الصفا فی نور المصطفیٰ

(۱۳۲۹ھ)

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حقائق کی روشنی میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی

ایصالِ ثواب: مرحوم حاجی محمد الیاس محمد حسین رمضان کاملی،
مرحومہ خدیجہ حجن و جملہ اُمتِ مسلمہ

نوری مشن، مالیگاؤں
اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر مالیگاؤں

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۴۳

بفیض: تاج دار اہل سنّت حضور مفتی اعظم و جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ

زیر سرپرستی: امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مارہروی مدظلہ العالی

صلات الصفا فی نور المصطفیٰ

(۱۳۲۹ھ)

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حقائق کی روشنی میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں

مدینہ کتاب گھر، مدینہ مسجد، آگرہ روڈ، مالیگاؤں، مہاراشٹر

سن اشاعت ۱۴۴۵ھ/ ۲۰۲۳ء-ہدیہ: دعاے خیر بحق نوری مشن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تقدیم

ذکرِ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنجر زمینیں باغ و بہار ہو جاتی ہیں۔ گلشن میں خوشبو پھیل جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت کی باتیں ایمان کو تازہ کرتی ہیں۔ عقیدے کی بالیدگی کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ عقیدہ و عقیدت جلا پاتے ہیں۔ محبت خوبیاں تلاش کرتی ہے۔ نفرت خامیاں ڈھونڈتی ہے۔ ایمان سے معمور قلب خوبیوں کے متلاشی ہوتے ہیں۔ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمتوں کے تذکرے بھاتے ہیں۔ ذکرِ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چین و سکون ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شان و عظمت سے نوازا۔ بے مثل و بے نظیر بنایا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

زہے عزت و اعتلائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہاریں جلوہ بار ہیں۔ میلادِ پاک کی مناسبت سے؛ نوری مشن مالیگاؤں کے قیام سے اب تک بحمدہٖ تعالیٰ تسلسل کے ساتھ اشاعتی کام انجام دیے جا رہے ہیں۔ میلادِ پاک سے متعلق بیسیوں عناوین پر ہزاروں کی تعداد میں کتابیں شائع ہو کر تقسیم ہوئیں۔ اِمسال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی (ولادت: ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء -وصال: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی مبارک تصنیف ''صلات الصفافی نور المصطفیٰ'' (۱۳۲۹ھ) کی اشاعت عمل لائی گئی۔ یہ کتاب دلائل و براہین سے آراستہ ہے۔ ایمان افروز اور روح پرور ہے۔ سطر سطر سے محبت و عشق رسول کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ دل و دماغ معطر ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا طرزِ استدلال منفرد و مثالی ہے۔ اسلوب دل آویز ہے۔ آپ نے ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے ایسے عناوین پر قلم اُٹھایا، جن پر حرف گیری کی جا رہی تھی۔ برصغیر میں وجود پانے والے جدید فرقوں نے ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے ادبی و گستاخی کی جو آلودہ فضا تیار کی، اسے دور کرنے میں اعلیٰ حضرت کی خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

پیشِ نظر کتاب ''صلات الصفافی نور المصطفیٰ'' نوری مشن کے اشاعتی کارواں کی ۱۴۳ رویں کڑی ہے۔ ازیں قبل بھی نورِ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عنوان پر اعلیٰ حضرت کی دو کتابیں

نوری مشن سے شائع ہوکر بزمِ علم وتحقیق کی زینت بن چکی ہیں:

(۱) ''قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام'' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) (۱۲۹۶ھ)، اسے ''جسم اقدس بے سایہ'' کے عرفی نام سے شائع کیا گیا۔

(۲) ''نَفْیُ الفَیئِ عَمَّنْ استَنَار بِنُورِہٖ کُلُّ شَیئٍ'' (۱۲۹۶ھ)، اسے ''نور کا سایہ نہیں'' کے عرفی نام سے شائع کیا گیا۔

''صلات الصفافی نور المصطفیٰ'' کی اشاعت نوری کتب خانہ لاہور، انجمن اہلسنّت مبارک پور، رضا اکیڈمی ممبئی، برکاتِ رضا پور بندر گجرات کے علاوہ بریلی شریف، کراچی و دیگر مقامات سے ہوچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ! نوری مشن کی اس کاوش کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ اس کے ذریعہ عقائد کے گلشن میں بہاروں کا ہجوم ہو۔ قبولِ حق کا جذبہ رکھنے والے دل و دماغ منور ہوں۔ قارئین مطالعہ کریں اور دوسروں تک پہنچائیں۔ اپنی تقاریب میں جہاں کھانے کے عمدہ عمدہ انتظامات کیے جاتے ہیں، مسند آراستہ کی جاتی ہے، کتابیں بھی تقسیم کریں۔ اللہ تعالیٰ! ہمیں نیک عمل کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن مالیگاؤں
۲۵ر اگست ۲۰۲۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ:

از لشکر گوالیار، محکمہ ڈاک دربار، مرسلہ: مولوی نورالدین احمد صاحب ۲۸/ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟ بینوا؟ توجروا. (بیان کرو؟ اجر پاؤ گے۔ ت)(۱)

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم لك الحمد یا نور! یا نورالنور! یانوراقبل کل نور! و نورا بعد کل نور! یا من لہ النور و بہ النور و منہ النور و إلیہ النور وھو النور! صل و سلم و بارك علی نورك المنیر الذی خلقتہ من نورك، و خلقت من نورہ الخلق جمیعا، و علی أشعۃ أنوارہ و الہ و أصحابہ نجومہ و أقمارہ أجمعین. امین !

(اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ اے نور! اے نور کے نور! اے نور ہر نور سے پہلے! اور اے نور ہر نور کے بعد! اے وہ ذات جس کے لیے نور ہے، جس کے سبب سے نور ہے، جس سے نور ہے، جس کی طرف نور ہے اور وہی نور ہے! درود و سلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے۔ جس کو تو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس کے انوار کی شعاعوں پر اور اس کے آل و اصحاب پر جو اس کے ستارے اور چاند ہیں، سب پر۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما۔ ت)

امام اجل، سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد اور امام اجل، سیدنا امام احمد بن حنبل

(۱) (ت) ترجمہ: حضرت مولانا، حافظ عبدالستار سعیدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث، احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی "مصنف" میں حضرت سیدنا و ابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی:

"قال: قلت: يا رسول الله! بأبی أنت وأمی. أخبرنی عن أول شیء خلقه الله تعالی قبل الأشياء؟ قال: يا جابر! إن الله تعالی قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره، فجعل ذلك النور يدور بالقدرة حيث ما شاء الله تعالی، ولم يكن فی ذلك الوقت لوح، ولا قلم، ولا جنة، ولا نار، ولا ملك، ولا سماء، ولا أرض، ولا شمس، ولا قمر، ولا جنی، ولا إنسی، فلما أراد الله تعالی أن يخلق الخلق قسم ذلك النور أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأول 'القلم' و من الثانی 'اللوح' ومن الثالث 'العرش'، ثم قسم الجزء الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الجزء الأول 'حملة العرش' ومن الثانی 'الكرسی' ومن الثالث 'باقی الملائكة'، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء: فخلق من الأول 'السموات'، ومن الثانی 'الأرضين' ومن الثالث 'الجنة' و 'النار'، ثم قسم الرابع أربعة أجزاء. (الحديث بطوله.)[1]

یعنی وہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا: اے جابر! بےشک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن،

(۱) المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت۔۱/۷۱-۷۲
⊙ شرح الزرقانی علی المواہب الدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔۱/۴۶-۴۷
⊙ تاریخ الخمیس، مطلب اللوح والقلم، مطبوعہ: امؤسستہ شعبان۔۱/ ۱۹-۲۰
⊙ مطالع المسرات، الحزب الثانی، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ص ۲۲۱
⊙ مدارج النبوۃ، قسم دوم، باب اول، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔۲/۲

آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے: پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے سے فرشتگان حامل عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کیے۔ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے: پہلے سے آسمانوں، دوسرے سے زمینوں، تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصے کیے۔ (الیٰ آخر الحدیث۔)

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی "دلائل النبوہ" میں بنحوہ روایت کی، اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی "المواھب الدنیہ"، امام ابن حجر مکی "افضل القریٰ"، علامہ فاسی "مطالع المسرات"، علامہ زرقانی "شرح مواھب"، علامہ دیار بکری "خمیس"، شیخ محقق دہلوی "مدارج" وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن، صالح، مقبول، معتمد ہے۔ تلقی علما بالقبول وہ شی عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی، کما بیناہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الإبهامین" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الإبهامین" میں اس کو بیان کیا ہے۔ت)

لاجرم علامہ محقق، عارف باللہ، سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی "حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں فرماتے ہیں:

"قد خلق كل شئ من نوره صلى الله تعالى عليه وسلم كما ورد به الحديث الصحيح."(۱)

بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے بنی، جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

[ذكره فى المبحث الثانى بعد النوع الستين من "أفات اللسان فى مسئلة ذم

(۱) الحدیقۃ الندیہ، المبحث الثانی، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔۲/۳۷۵

الطعام".]

[اس کو علامہ نابلسی نے نوع نمبر ساٹھ جو کہ "زبان کی آفتوں کے بیان میں" ہے، کے بعد "کھانے کی برائی بیان کرنے کے مسئلہ کے ضمن میں" ذکر فرمایا ہے۔]

"مطالع المسرات شرح دلائل الخيرات" میں ہے:

"قد قال الأشعري: إنه تعالى نور ليس كالأنوار، والروح النبوية القدسية لمعة من نوره، والملائكة شرر تلك الأنوار، وقال صلى الله تعالى عليه وسلم: أول ما خلق الله نوري، و من نوري خلق كل شيء وغيره مما في معناه."(۳)

یعنی: امام اجل، امام اہل سنت، سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کر کے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔

والله سبحانه و تعالىٰ أعلم.

(۱) مطالع المسرات، الحزب الثانی، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ص ۲۶۵

مسئلہ:

از ٹانڈہ، ضلع مرادآباد، مرسلہ: مولوی الطاف الرحمٰن صاحب پپسانوی، ۱۴/شعبان ۱۳۱۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نور محمدی کو نور خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے۔

اس میں زید کہتا ہے: بشرط صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے۔

اور عمرو کہتا ہے: یہ انفکاک ذات سے ہوا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کر لینے کے ہوا ہے۔

اور خالد کہتا ہے: متشابہات میں مذہب اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو برا نہیں جانتا، اس میں چون وچرا بے جا ہے۔ بینوا؟ توجروا. (بیان کرو؟ اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب:

عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"یاجابر! إن الله خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره."

[ذكره الإمام القسطلانى فى "المواهب"(۱) وغيره من العلماء الكرام.]

(اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ت)

(امام قسطلانی نے اس کو "المواهب الدنيه" میں اور دیگر علمائے کرام نے ذکر کیا ہے۔ت)

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی فظیع بلکہ سخت تر امر کی طرف منجر ہے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جدا ہو کر مخلوق بنے، اور قول زید میں لفظ "بشرط صحت" بوے

(۱) المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت۔ ۱/۱۷

انکار دیتا ہے، یہ جہالت ہے، باجماع علما دربارہ فضائل صحت مصطلحہ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ، عارف باللہ، سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ علاوہ بریں یہ معنیٰ قدیماً وحدیثاً تصانیف وکلمات ائمہ وعلماء واولیاء وعرفا میں مذکور ومشہور وملقی بالقبول رہنے پر خود صحت حدیث کی دلیل کافی ہے،

فإن الحديث يتقوىٰ بتلقي الأئمة بالقبول كما أشار إليه الإمام الترمذي في **"جامعه"** وصرح به علماؤ نا في الأصول.

(اس لیے کہ حدیث علما کی طرف سے تلقی بالقبول پا کر قوی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی "جامع" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ہمارے علمانے اصول میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت)

ہاں! اسے باعتبار کنہ، کیفیت متشابہات سے کہنا، وجہ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ رب العزت جل وعلا، نہ اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے نور مطہر سید انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیوں کر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہو سکتی ہے، اور یہی معنیٰ متشابہات ہیں۔

بکر نے جو کہا وہ دفع خیال ضلال عمرو کے لیے کافی ہے، شمع سے شمع روشن ہو جاتی ہے بے اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہو کر یہ شمع بنے اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال۔ ہے کہ نور شمس نے جس پر تجلی کی وہ روشن ہو گیا اور ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص وناتمام ہوگا، بلا شبہ طریق اسلم قول خالد ہے اور وہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم.

مسئلہ:

پیش نظر رہے یہ بات کہ میں کوئی عالم وفاضل نہیں ہوں کہ بحث ومباحثہ کا خیال درمیان میں آئے ،فقط دریافت کرنے کی غرض سے فدویانہ لکھتا ہوں تاکہ میرے عقیدے میں جو کچھ غلطی ہو وہ صحیح ہوجائے ، مجھ کو ایسا معلوم ہے کہ تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدا نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا ہے اور تمام مخلوقات پر ان کو بزرگی عنایت فرمائی ہے۔اگر یہ بات سچی ہے تو حدیث شریف کے معنیٰ مجھ کو یوں معلوم ہیں، ملاحظہ فرمایئے گا:

”قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ياجابر! إن الله خلق نور نبيك من نوره.“(۱)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے :اے جابر! تحقیق اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ذات نبی تیرے کو اپنے نور سے۔

مثال چراغ کی جو جناب نے فرمائی ہے اس میں مجھ کو شک ہے، چاہتا ہوں کہ شک دور ہوجائے ،مثلاً ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا اور دوسرے چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کیے گئے ، پہلے اور دوسرے میں کچھ کمی نہیں آئی ، یہ آپ کا فرمانا صحیح اور بجا ہے لیکن یہ سب چراغ نام اور ذات اور روشنی میں ہم جنس ہیں یا نہیں؟ اور یہ سب مرتبہ برابر ہونے کا رکھتے ہیں یا نہیں؟

بینوا؟ توجروا. (بیان کرو؟ اجر پاؤ گے۔ت)

الجواب:

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں ،تمام انبیا علیہم السلام پاک ومنزہ پیدا ہوئے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی صاف ستھرے پیدا

(۱) المواہب اللدنیہ، المقصد الاول اول المخلوقات، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت۔۱/۷۱-۷۲

ہوئے۔نور کے معنیٰ فضل کے نہیں۔مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔قرآن عظیم میں نور الٰہی کی مثال دی ﴿كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾[النور:۳۵]

مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔[کنز الایمان]

کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نور رب جلیل!؟ یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نور الٰہی سے نور نبوی پیدا ہوا تو نور الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے روشن ہونے میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آجاتا۔جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کر دیتا ہے تو اس نور الٰہی کا کیا کہنا،نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیا سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ! ؟علم ہیأت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک پہنچیں گے۔

واللہ تعالیٰ أعلم.

مسئلہ:

از کلکتہ ۹، گووند چند دھرن لین، مرسلہ: حکیم محمد ابراہیم صاحب بنارسی، ۱۹ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول ﷺ[1] اللہ کے نور سے پیدا ہوئے یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہیں نور ذاتی سے یا نور صفاتی سے یا دونوں سے؟ اور نور کیا چیز ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔)

الجواب:

جواب مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کرلوں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

"من رأى منكم منكرا، فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه."[2] الحديث.

(نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق:

"تم میں سے کوئی آدمی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنی زبان سے بدل دے۔" الحدیث۔ ت)

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، اللهم صل وسلم و بارك عليه وعلى اله و صحبه أبدا (اے اللہ! آپ ﷺ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام اور برکت نازل فرما۔ ت) درود شریف کی جگہ فقط 'صاد' یا 'عم' یا 'صلعم' یا 'صللم' کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنیٰ ہیں اور

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ﴾[البقرة:٥٩]

تو ظالموں نے اور بات بدل دی جو فرمائی گئی تھی اس کے سوا۔ [کنز الایمان]

میں داخل، کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انھیں حکم تھا ایک لفظ سے بدل ڈالی ﴿فَاَنْزَلْنَا عَلَى

(۱) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۲) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ ۱/۵۱

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾[البقرة:٥٩]

تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا[کنز الایمان]

یوں ہی تحریر میں القلم أحد اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔)

بلکہ "فتاویٰ تاتارخانیه" سے منقول کہ اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذ اللہ تخفیف شان نبوت بتایا۔

"طحطاوی علی الدر المختار" میں ہے:

"یحافظ علی کتب الصلوٰۃ والسلام علی رسول الله، ولا یسأم من تکراره و إن لم یکن فی الأصل، و یصلی بلسانه أیضا، و یکره الرمز بالصلاة و الترضی بالکتابة بل یکتب ذلك کله بکما له، وفی بعض المواضع عن "التتار خانية" من کتب علیه السلام بالهمزة و المیم، یکفر لانه تخفیف و تخفیف الأنبیاء علیهم الصلوٰۃ والسلام کفر بلا شك، ولعله إن صح النقل فهو مقید بقصده وإلا فالظاهر إنه لیس بکفر، نعم الإحتیاط فی الاحتراز عن الإیهام والشبهة."(۱) مختصراً.

(حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگر چہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے۔ درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہئے۔ "تاتار خانیه" کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا، کافر ہو گیا کیوں کہ یہ تخفیف ہے اور انبیا کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اور یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہو گی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے، ہاں احتیاط ایہام اور شبہ سے بچنے میں ہے۔

اس کے بعد اصل مسئلہ کا جواب بعون الملک الوہاب لیجئے۔

'نور' عرف عامہ میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے

---

(۱) حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، خطبہ الکتاب، مطبوعہ: المکتبہ العربیہ، کوئٹہ۔۱/۶

سے دوسری اشیاے دیدنی کو۔

"قال السید فی "تعریفاته": النور: کیفیة تدرکها الباصرة أولا، وبوا سطتها سائر المبصرات."(۱)

(علامہ سید شریف جرجانی نے فرمایا: 'نور' ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ادراک قوت باصرہ پہلے کرتی ہے پھر اس کے واسطہ سے تمام مبصرات کا ادراک کرتی ہے۔ت)

اور حق یہ کہ 'نور' اس سے اجلیٰ ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

یہ جو بیان ہوا تعریف الجلی بالخفی ہے کما نبه علیه فی "المواقف" و"شرحها" (جیسا کہ "مواقف" اور اس کی "شرح" میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ت) 'نور' بایں معنیٰ ایک عرض و حادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزہ۔ محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر، کما ذکره الإمام حجة الإسلام الغزالی ثم العلامة الزرقانی فی "شرح المواهب الشریفة" (جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے پھر "شرح مواهب شریف" میں علامہ زرقانی نے ذکر فرمایا ہے۔ت) بایں معنیٰ اللہ عزوجل نور حقیقی ہے بلکہ حقیقتاً وہی نور ہے اور آیت کریمہ

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾[النور:۳۵]

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔[کنز الایمان]

بلا تکلف بلا دلیل اپنے معنیٰ حقیقی پر ہے۔

فإن الله عزوجل هو الظاهر بنفسه، المظهر لغیره من السمٰوٰت والأرض ومن فیهن و سائر المخلوقات.

(کیوں کہ اللہ عزوجل بلا شبہ خود ظاہر ہے اور اپنے غیر یعنی آسمانوں، زمینوں، ان کے اندر پائی جانے والی تمام اشیا اور دیگر مخلوقات کو ظاہر کرنے والا ہے۔ت)

حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے پیدا ہیں۔

---

(۱) التعریفات للجرجانی، تحت اللفظ "النور" ۱۵۷۷، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت۔ ص ۱۹۵

حدیث شریف میں وارد ہے:

"إن الله تعالى قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره."

[رواه عبد الرزاق[1] و نحوه عند البيهقى.]

اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

[اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا اور بیہقی کے نزدیک اس کے ہم معنی ہے۔ت]

حدیث میں "نورہٖ" فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے "من نور جماله" یا "نور علمه" یا "نور رحمته" (اپنے جمال کے نور سے یا اپنے علم کے نور سے یا اپنی رحمت کے نور سے۔ت) وغیرہ نہ فرمایا کہ نور صفات سے تخلیق ہو۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

(من نورہٖ) أي: من نورهو ذاته[2] یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذات الٰہی ہے، یعنی اپنی ذات سے بلا واسطہ پیدا فرمایا، كما سيأتي تقريره. (جیسا کہ اس کی تقریر عن قریب آ رہی ہے۔ت)

امام احمد قسطلانی "مواهب شریف" میں فرماتے ہیں:

"لما تعلقت إرادة الحق تعالى بإيجاد خلقه أبرز الحقيقة المحمدية من الأنوار الصمدية فى الحضرة الأحدية، ثم سلخ منها العوالم كلها علوها و سفلها."[3]

یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا، صمدی نوروں سے مرتبہ ذات صرف میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام عالم علوی وسفلی نکالے۔

"شرح علامه" میں ہے:

---

(۱) المواہب اللدنیہ، بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت۔ ۱/۷۱

(۲) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔ ۱/۴۶

(۳) المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت۔ ۱/۵۵

"والحضرة الأحدية هي أول تعينا ت الذات وأول رتبها الذى لا إعتبار فيه لغير الذات كما هو المشار إليه بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :كان الله ولا شيء معه ذكره الكاشي."(۱)

یعنی مرتبہ احدیت ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیر ذات کا اصلاً لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا، اسے سیدی کاشی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی" مدارج النبوۃ" میں فرماتے ہیں:

''انبیا مخلوق انداز اسمائے ذاتیہ حق واولیا از اسمائے صفاتیہ وبقیہ کائنات از صفات فعلیہ وسید رسل مخلوق است از ذات حق وظہور حق دروے بالذات است۔''(۲)

(انبیا اللہ کے اسمائے ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیا اسمائے صفاتیہ سے، بقیہ کائنات صفات فعلیہ سے، اور سید رسل ذات حق سے، اور حق کا ظہور آپ میں بالذات ہے۔ت)

ہاں! عین ذات الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنیٰ نہیں کہ معاذ اللہ! ذات الٰہی ذات رسالت کے لیے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا عیاذاً باللہ! ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کل، ذات نبی ہوگیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہوجانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی شے کو جزو ذات الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذات الٰہی ماننا کفر ہے۔

اس تخلیق کے اصل معنیٰ تو اللہ ورسول جانیں، جل وعلا وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم میں ذات رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں۔

حدیث میں ہے:

---

(۱) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔ ۱/ ۲۷

(۲) مدارج النبوۃ، تکملہ در صفات کاملہ، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر۔ ۲/ ۶۰۹

"يا أبا بكر! لم يعرفني حقيقة غير ربي."[1]

اے ابوبکر! مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذات الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کسے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر بین کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عز جلالہ، نے تمام جہان کو حضور پرنور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

"لولاك لما خلقت الدنيا."[2] (اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔ت)

آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے ارشاد ہوا:

"لولا محمد ما خلقتك ولا أرضا ولا سماء."[3]

(اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو۔ت)

تو سارا جہان ذات الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے، حضور کے صدقے، حضور کے طفیل میں۔

لا أنه صلى الله تعالى عليه وسلم استفاض الوجود من حضرة العزة ثم هو أفاض الوجود على سائر البرة كما تزعم كفرة الفلاسفة من توسيط العقول، تعالى الله عما يقول الظلمون علوا كبيرا، هل من خالق غير الله؟

(یہ بات نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کافر گمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے اس قول سے بلند و بالا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی خالق ہوسکتا ہے۔!؟ت)

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے

(۱) مطالع المسرات، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ص۱۲۹

(۲) تاریخ دمشق الکبیر، باب ذکر عروجہ الی السماء، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی، بیروت۔ ۳/ ۲۹۷

(۳) المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت۔ ۱/ ۷۰

⊙ مطالع المسرات، الحزب الثانی، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ص۲۶۴

رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذات الٰہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں۔

"زرقانی شریف" میں ہے:

"أي: من نور هو ذاته لا بمعنى أنها مادة خلق نوره منها بل بمعنى تعلق الإرادة به بلا واسطة شئ في وجوده."(۱)

(یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔ ت)

یا زیادہ سے زیادہ بغرض توضیح ایک کمال ناقص مثال یوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم و جمیل و جلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور سائے روشن ہوئے، آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کر سکے کچھ دیواروں پر دھوپ پڑی، یہ کیفیت نور سے متکیف ہیں اگر چہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر رہا، کیفیت نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذات آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطے سے اور دیواریں وغیرہا واسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے آفتاب خود یا اس کا کوئی حصہ آئینہ ہو گیا ہو، یوں ہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہوئے اور دیوار وغیرہ اشیا پر ان کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور راور اسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطہ وصول ہیں، ان کی حد ذات میں دیکھو تو یہ خود نور تو نور، ظہور سے بھی حصہ نہیں رکھتے۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی تابش سے تو جہاں دیکھتا ہے انجمن بنائے ہوئے

(۱) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، دار المعرفۃ، بیروت۔ ۱/۴۶

ہیں۔ت)

یہ نظیر محض ایک طرح کی تقریب فہم کے لیے ہے جس طرح ارشاد ہوا:

﴿مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ﴾[النور:۳۵]

اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔[کنز الایمان]

ورنہ کجا چراغ اور کجا وہ نور حقیقی؟؟ ﴿وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی﴾[النحل:٦٠]

اور اللہ کی شان سب سے بلند۔[کنز الایمان]

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیا منور ہوئیں بے اس کے آفتاب خود آئینہ ہوگیا یا اس میں سے کچھ جدا ہوکر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفس ذات آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا! کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہ جلال؟ باقی اشیا سے کہ مثال میں بالواسطہ منور مانیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عز وجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتی کہ نفس وساطت بھی یکساں نہیں، کما لایخفی وقد أشرنا إليه. (جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ت)

سیدی ابو سالم عبد اللہ عیاشی، ہم استاذ علامہ محمد زرقانی، تلمیذ علامہ ابو الحسن شبراملسی اپنی کتاب "الرحله" پھر سیدی علامہ عشماوی رحمہم اللہ جمیعا "شرح صلاۃ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنه" میں فرماتے ہیں:

"إنما يدركه على حقيقته من عرف معنى قوله تعالى: ﴿**ألله نور السمٰوٰت والأرض**﴾ وتحقيق ذلك على ما ينبغي ليس مما يدرك. ببضاعة العقول ولا مما تسلط عليه الأوهام، وإنما يدرك بكشف إلهى وإشراق حقه من أشعة ذلك النور في قلب العبد فيدرك نور الله بنوره وأقرب تقرير يعطى القرب من فهم."

اس کا ادراک حقیقتاً وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿الله نور السمٰوٰت والارض﴾ کا معنیٰ جانتا ہے کیوں کہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کرسکتے، اس کو تو

صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جا سکتا ہے، پس 'نور اللہ' کو اس نور ہی کے ذریعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

معنی الحدیث إنه لما كان النور المحمدی أول الأنوار الحادثة التی تجلی بها النور القدیم الأزلی وهو مدد كل نور كائن أویكون و كما أشرق النور الأول فی حقیقته فتنورت حیث صارت هو نورا أشرق نوره المحمدی علی حقائق الموجودات شیئا فشیئا فهی تستمد منه علی قدر تنورها بحسب كثرة الوسائط وقلتها وعدمها، و كلما أشرق نوره علی نوع من أنواع الحقائق ظهر النور فی مظهر الأقسام، فقد كان النور الحادث أولا شیئا واحدا، ثم أشرق فی حقیقة أخری فاستنارت بنوره تنورا كاملا بحسب ما تقضیه حقیقتها، فحصل فی الوجود الحادث نوران: مفیض ومفاض، وفی نفس الأمر لیس هناك إلا نور واحد أشرق فی قابل الأستنارة یتنور بتعددات المظاهر والظاهر واحد ثم كذلك كلما أشرق فی محل ظهر بصورة الإنقسام، وقد یشرق نور المفاض علیه ایضاً بحسب قوته علی قوابل اخر، فتنور بنوره فیحصل إنقسام أخر بحسب المظاهر، و كلها راجعة إلی النور الأول الحادث إما بواسطة أو بدونها.

حدیث کے معنیٰ کو سمجھنے کے لیے قریب ترین یہ ہے کہ نور محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں بھی اللہ تعالیٰ کے وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نور اول چمکا اور منور ہوا تو اس نور محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلا واسطہ یا واسطوں کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے مطابق چمک اٹھی اور تمام حقائق واقسام اس نور کی چمک سے اس کے مظہر بن گئے، یوں وجود میں آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اس کی چمک سے دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اس نور سے منور ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در نور بن گئے جب کہ وجود میں نور کی صرف دو ہی قسمیں ہیں: ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے

والا، حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ نور ہی قابل اشیا میں چمک پیدا کر کے متعدد مظاہر میں ہوتا ہے اور تمام اقسام میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری قابل اشیا میں چمک پیدا کر کے ان کو منور کرتا ہے جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں جب کہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلاواسطہ سب سے پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔

قال وهذا غاية ما اتصل إليه العبارة فی هذا التقرير ومثل فی قصر باعه و عدم تضلعه من العلوم الإلهية، إن زاد فی التقرير خشی علی، و أقرب مثال يضرب لذلك 'نور المصباح' تصبح منه مصابيح كثيرة وهو فی نفسه باق علی ما هو عليه لم ينقص منه شیء، و أقرب من هذا المثال إلی التحقيق و أبعد عن الأفهام 'نور الشمس المشرق فی الأهلة و الكواكب' علی القول بان الكل مستنير بنوره و ليس لها نور من ذاتها، فقد يقال بحسب النظر: **الأول**: أن نور الشمس منقسم فی هذه الأجرام العلوية وفی الحقيقة ليس هذا إلا نورها وهو قائم بها لم ينقص منه شئ ولكنه أشرق فی أجرام قابلة الاستنارة فاستنارت.

اس تقریر کے لیے یہ انتہائی محتاط عبارت ہے جو علوم الٰہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد عبارت خطرناک ہوسکتی ہے۔ اس تقریر کی مناسب مثال وہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، مزید واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور ان سیاروں میں منقسم ہوگیا ہے جب کہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمکے اور سورج کی روشنی سے منور ہوئے۔

وأقرب من هذا الفهم ما يحصل فی الأجرام السفلية من إشراق أشعة الشمس

علی الماء أو قوار الزجاج، فيستنير ما يقابلها من الجدران بحيث يلمح فيها نور كنور الشمس مشرق باشراقه، ولم ينفصل شئ من نور الشمس عن محله إلى ذلك المحل، ومن كشف الله حجاب الغفلة عن قلبه و أشرقت الأنوار المحمدية على قلبه يصدق إتباعه له أدرك الأمر إدراكا أخر لا يحتمل شكا ولا وهما.

مزید سمجھ کے لیے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاعوں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہوجاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیوں کہ براہ راست دیوار پر سورج کا نور نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سورج سے جدا ہوا۔ اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی کے قلب کو حجاب غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوار محمدیہ سے منور ہوتا ہے تو پھر اس کا ادراک ایسا کامل ہوتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

نسأل الله تعالى أن ينور بنور العلم الإلهى بصائرنا، ويحجب عن ظلمات الجهل سرائرنا، و يغفر لنا ما اجترأنا عليه من الخوض فيما لسنا له بأهل، و نسأله أن لا يؤاخذنا بما تقتضيه العبارة من تقصير فى حق ذلك الجناب. (۱) مختصراً.

(اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منور فرمائے اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو معاف فرمائے اور اس جناب میں ہماری عبارت کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے، آمین! مختصراً۔ت)

اس تقریر منیر سے مقاصد مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوئے:

أولاً أقول:

یہ بھی روشن ہوگیا کہ تمام عالم نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں کر بنا۔ بے اس کے کہ

(۱) الرحلۃ لعلی بن علی الشبر املسی

نور حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصہ ایں وآں بنا ہو۔ اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصے کئے، تین سے قلم ولوح وعرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصے کئے الیٰ آخرہ۔

یہ اس کی شعاعوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں پر منقسم نظر آئے گا، حالانکہ آفتاب منقسم نہ ہوا نہ اس کا کوئی حصہ آئینوں میں آیا۔

واندفع ما استشكله العلامة الشبراملسی:

أن الحقيقة الواحدة لا تنقسم و ليست الحقيقة المحمدية إلا واحدة من تلك الأقسام والباقي إن كان منها أيضا فقد انقسمت و إن كان غيرها فما معنى الانقسام؟

وحاول الجواب وتبعه فيه تلميذه العلامة الزرقانی:

بأن المعنى أنه زاد فيه "لانه قسم ذلك النور الذی هو نور المصطفیٰ صلى الله تعالیٰ عليه وسلم إذ الظاهر أنه حيث صوّره بصورة مماثلة لصورته التی سيصير عليهما لا يقسمه إليه وإلى غيره.(۱)

اس (مذکورہ بالا تقریر سے) علامہ شبراملسی کا اعتراض ختم ہوا۔

(اعتراض:) حقیقت واحدہ تقسیم نہیں ہوتی کیوں کہ حقیقت محمدیہ ان اقسام میں ایک قسم ہے اور اگر باقی اقسام اسی (حقیقت) سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہوگئی، اور اگر باقی چیزیں اس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب؟

پھر انھوں نے (علامہ شبراملسی) نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی شاگرد رشید علامہ شبراملسی نے ان کی اتباع کی۔

(جواب:) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا کیوں کہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی صورت مثالی عطا کی جس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخلیق ہونی تھی تو اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

---

(۱) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔ ۱/۴۶

و حاصل جوابه كما قرره تلميذه العياشي: وإن معنى الإنقسام زيادة نور على ذلك النور المحمدى، فيؤخذ ذلك الزائد، ثم يزاد عليه نور اخر، ثم كذلك إلى اخر الاقسام.

قال العياشي: وهذا جواب مقنع بحسب الظاهر والتحقيق . والله تعالى أعلم وراء ذلك.

ثم ذكر ما نقلنا عنه انفا ورأيتني كتبت على هامش الزرقاني ما نصه:

ان کے جواب کا خلاصہ جسے ان کے شاگرد علامہ عیاشی نے بیان کیا ہے کہ انقسام کا معنیٰ: نور محمدی پر اضافے کے ہیں۔ پھر اس زائد کو لے لیا اس پر ایک دوسرے نور کا اضافہ کیا۔ اسی طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔

عیاشی نے کہا کہ ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے۔

پھر اس نے وہی ذکر کیا جو ابھی ہم نے نقل کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے زرقانی پر حاشیہ لکھا جس کی نص یہ ہے:

أقول: تبع فيه شيخه الشبرا ملسى.

الحق أنه لا معنى له فإنه إذن لا يكون التخليق من نوره صلى الله تعالى عليه وسلم وهو خلاف المنصوص والمراد.(1)

اُقول: (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ اس (عیاشی) نے اس مسئلہ میں اپنے شیخ شبر املسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنیٰ بات ہے کیوں کہ اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے تخلیق نہ ہوگی، اور یہ نص اور مراد کے خلاف ہے۔

أقول: و يمكن الجواب بأن المراد أنه تعالى كساه شعاعا أكثر مما كان، ثم فصل من شعاعه شيئا، فقسمه كما تأخذه الملئكة شيئا من الأشعة المحيطة بالكواكب،

(1) حاشیہ امام احمد رضا علیٰ شرح الزرقانی

فترمی به مسترقی السمع، ویقال بذلك: أن النجوم لها رجوم، ولكن منح المولی تعالی من ذلك التقریر المنیر ماأغنی عن كل تكلف، ولله الحمد وقد كان منح للعبد الضعیف ثم رأیت فی شرح العشماوی جزاہ اللہ تعالیٰ عنی و عن المسلمین خیراً كثیرا. امین !

اُقول (میں کہتا ہوں) اس کا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی پھر اس سے کچھ جدا کیا، پھر اس کی تقسیم کی جیسے فرشتے ان شعاعوں میں سے جو ستاروں کو محیط ہیں، لے کر چھپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں، اس لیے کہا جاتا ہے کہ نجوم کے لیے رجوم ہے۔ اس روشن تقریر سے مولیٰ تعالیٰ نے ہر تکلف سے بے نیازی عطا فرمائی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تقریر اس عبد ضعیف کو القاء فرمائی پھر میں نے اس کو عشماوی کی شرح میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے ان کو بہت زیادہ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ثانیاً أقول:

یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ خلق میں کفار و مشرکین بھی ہیں، وہ محض ظلمت ہیں تو نور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں کر بنے؟ اور نرے نجس ہیں تو اس نور پاک سے کیوں کر مخلوق مانے گئے؟ وجہ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور، جس نے خلعت وجود پایا ہے اس کے لیے تجلی آفتاب وجود سے ضرور حصہ ہے اگر چہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو کما تقدم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) اور شعاع شمس ہر پاک و ناپاک جگہ پڑتی ہے وہ جگہ فی نفسہٖ پاک ہے اس سے دھوپ ناپاک نہیں ہو سکتی۔

ثالثاً أقول:

یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جس طرح مرتبہ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پرتو وجود سے موجود، یوں ہی مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذات مصطفیٰ ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیضان وجود، مرتبہ کون میں نور احمدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبہ تکوین میں نور

احمدی آفتاب ہے اور سارا جہان اس کے آبگینے،

وفی هذا أقول: (اور اسی سلسلہ میں میں کہتا ہوں:)

خالق کل الوریٰ ربك لا غیره　　　نور ك کل الوریٰ غیرك لم، لیس، لن

أی: لم یوجد، و لیس موجودا، ولن یوجد أبدا.[۱]

(کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے، آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔ ت)

رابعاً أقول:

نور احدی تو نور احدی، نور احمدی پر بھی یہ مثال منیر، مثال چراغ سے احسن واکمل ہے۔ ایک چراغ سے بھی اگر چہ ہزاروں چراغ روشن ہو سکتے ہیں بے اس کے کہ ان چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے مگر دوسرے چراغ صرف حصول نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقا میں اس سے مستغنی ہیں، اگر انھیں روشن کر کے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کر دیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا نہ روشن ہونے کے بعد ان کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے مع ہذا کسب نور کے بعد ان میں اور اس چراغ اول میں کچھ فرق نہیں رہتا سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتداے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یوں ہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعتاً فنائے محض ہو جائے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے[۲]

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اسی کی مدد سے بہرہ یاب ہے، پھر تمام جہان میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ یہ تینوں باتیں مثال آفتاب

---

(۱) بستان الغفران، مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی۔ ص ۲۲۳

(۲) حدائق بخشش، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، کراچی. حصہ دوم۔ ص ۷۹

سے روشن ہیں، آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہنچ رہی ہے اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہی فوراً اندھیرے میں ہیں پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے۔ یہی حال ایک ذرہ عالم عرش وفرش اور جو کچھ ان میں ہے اور دنیا وآخرت اور ان کے اہل اور انس وجن و ملک وشمس وقمر و جملہ انوار ظاہر و باطن حتی کہ شموس رسالت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا ہمارے آفتاب جہاں تاب عالم مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام من الملک الوہاب کے ساتھ ہے کہ ہر ایک ایجاد وامداد وابتداء وبقاء میں ہر حال، ہر آن ان کا دست نگر، ان کا محتاج ہے۔ وللہ الحمد (اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ت)

امام اجل محمد بوصیری قدس سرہٗ "ام القریٰ "میں عرض کرتے ہیں:

كيف ترقى رقيك الأنبياء　　يا سماء ما طاولتها سماء

لم يساووك فى علاك وقد حا　　ل سنا منك دونهم و سناء

إنما مثلوا صفاتك للنا　　س كما مثل النجوم الماء(۱)

(⊙ یعنی انبیا حضور کی سی ترقی کیوں کر کریں، اے وہ آسمان رفعت جس سے کسی آسمان نے بلندی میں مقابلہ نہ کیا۔

⊙ انبیا حضور کے کمالات عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے، حضور کی جھلک اور بلندی نے ان کو حضور تک پہنچنے سے روک دیا۔

⊙ وہ تو حضور کی صفتوں کی ایک شبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی دکھاتا ہے۔)

یہ وہی تشبیہ وتقریر ہے جو ہم نے ذکر کی، وہاں ذات کریم اور افاضہ انوار کا ذکر تھا لہٰذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفات کریمہ کا بیان ہے لہٰذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔

"مطالع المسرات" میں ہے:

"إسمه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم 'محى' حياة جميع الكون به صلى الله تعالىٰ

(۱) ام القریٰ فی مدح خیر الوریٰ، الفصل الاول، حزب القادریۃ، لاہور۔ ص ۶

علیه و سلم فهو روحه، و حیاته، و سبب وجوده و بقائه."[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک محیی ہے، زندہ فرمانے والے، اس لیے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقاء کے سبب ہیں۔

اسی میں ہے:

"ھو صلی الله تعالیٰ علیه و سلم روح الأکوان و حیاتها و سر وجودها، و لولاه لذھبت و تلاشت. کما قال سیدی عبد السلام رضی الله تعالیٰ عنه و نفعنا به: و لا شیء إلا ھو به منوط، إذ لو لا الواسطة لذھب، کما قیل: الموسوط."[2]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام عالم کی جان و حیات و سبب وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست و نابود ہو جائے کہ حضرت سیدی عبد السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لیے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اس کے واسطہ سے تھا آپ ہی سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔

"ھمزیه شریف" میں ارشاد فرمایا:

کل فضل فی العلمین فمن فضل   النبی استعارة الفضلاء[3]

(جہاں والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل سے مانگ کر لی ہے)

امام ابن حجر مکی "افضل القریٰ" میں فرماتے ہیں:

"لأنه الممد لهم إذ هو الوارث للحضرة الإلهية و المستمد منها بلا واسطة دون

(۱) مطالع المسرات، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ص ۹۹

(۲) مطالع المسرات، مطبوعہ: مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔ ص ۲۶۳

(۳) ام القریٰ فی مدح خیر الوریٰ، الفصل السادس، حزب القادریہ، لاہور۔ ص ۱۹

غيـره فانه لا يستمد منها إلا بواسطته فلا يصل لكامل منها شئ إلا وهو من بعض مدده وعلى يديه." (۱)

تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں اس لیے کہ حضور ہی بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں بلاواسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مدد الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

"شرح سيدى عشماوی" میں ہے:

"نعمتان ماخلا موجود عنهما: نعمة الإيجاد، و نعمة الإمداد هو صلى الله تعالى عليه وسلم الواسطة فيهما إذ لولا سبقة وجوده ما وجد موجود، ولولا وجود نوره فى ضمـائـرا لـكـون لتهدمت دعائم الوجود، فهو الذى وجد أولا، وله تبع الوجود وصار مرتبطا به لا إستغناء له عنه." (۲)

کوئی موجود، دو نعمتوں سے خالی نہیں: نعمت ایجاد اور نعمت امداد، اور ان دونوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہو لیتے تو کوئی چیز وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور موجود نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیلی اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

ان مضامین جمیلہ پر بکثرت ائمہ وعلما کے نصوص جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنة المصطفىٰ فى ملكوت كل الورى" میں ہیں، وللہ الحمد۔

خامساً:

ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیث مذکور میں "نور نبيك" کی اضافت بھی "مـن نـوره" کی طرح بیانیہ ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہار نعمت الٰہیہ کے لیے عرض

(۱) افضل القریٰ لقراء ام القریٰ (شرح ام القریٰ)

(۲) شرح مقدمۃ العشماوی

کی: "واجعلنی نوراً"[1] (اور اے اللہ! مجھے نور بنادے۔) اور خود رب العزت عز جلالہٗ نے قرآن عظیم میں ان کو نور فرمایا:

﴿قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾[المائدة:١٥]

بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔[کنزالایمان]

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شبہ رہا؟

أقول:

اگر "نور نبیك" میں اضافت بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنیٰ مشہور یعنی 'روشنی' کہ عرض و کیفیت ہے، مراد لو تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت، پھر وجود موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیوں کر ممکن؟ لا جرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔

فلا حاجة إلى ما قال العلامة الزرقاني رحمه الله من أنه لا يشكل بأن النور عرض لا يقوم بذاته لأن هذا من خرق العوائد.[2]

ورأيتني كتبت عليه لم لا يقال فيه؟ كما ستقولون في قرينه "من نوره" أن الإضافة بيانية.

تو اب علامہ زرقانی کے اس قول کی حاجت نہ رہی اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہ نہیں ہے کیوں کہ یہ خرق عادت ہے۔

میں نے اس پر لکھا کہ یہ اعتراض کیوں نہ کیا جائے کہ آپ من نورہ میں اضافت بیانیہ نہیں مانتے۔

أقول: خرق العوائد لا كلام فيه، والقدرة متسعة ولكن وجود الصفة بدون الموصوف مما لا يعقل، لأنها إن قامت بغيره لم تكن صفة له بل لغيره، أو بنفسها لم

(١) الخصائص الکبریٰ، باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات، ہند۔١/٦٨

(٢) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: دار المعرفۃ، بیروت۔١/٤٦

تكن صفة أصلا. إذ لاصفة إلا المعنى القائم بغيره، فاذا قام بنفسه لم يكن صفة و عرضا بل جوهرا، و كونه عرضا مع قيامه بنفسه جمع للضدين و القدرة متعالية عن التعلق بالمحالات العقلية، و وزن الأعمال بمعنى وزن الصحف و البطاقات، كما فى حديث أحمد و الترمذى و ابن ماجة و ابن حبان و الحاكم وصححه و ابن مردوية و اللالكائى و البيهقى فى البحث عن عبد الله بن عمرو ابن عاص رضى الله تعالىٰ عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: "إن الله سيخلص رجلا من أمتى على رأس الخلائق يوم القيمة، فينشر عليه تسعة و تسعين سجلا، كل سجل مثل مد البصر، ثم يقول: أتنكر من هذا شيئا؟ أظلمك كتبتى الحافظون؟ فيقول: لا يارب! فيقول: أفلك عذر؟ قال: لا، يارب! فيقول: بلى، أن لك عندنا حسنة، وإنه لا ظلم عليك اليوم، فتخرج بطاقة فيها: "أشهد أن لااله إلا الله و أن محمدا عبده ورسوله" فيقول: أحضر وزنك. فيقول: يارب! ما هذه البطاقة مع هذه السجلات؟ فيقول: إنك لا تظلم. قال: فتوضع السجلات فى كفة، و البطاقة فى كفة فطاشت السجلات، وثقلت البطاقة فلا يثقل مع اسم الله شىء."(۱)

اَقول: (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ خرق عادت میں تو کوئی کلام نہیں اور خدا کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن صفت کا وجود بغیر موصوف کے سمجھ میں نہیں آ سکتا (کیوں کہ ایسی صفت کی دو ہی صورتیں ہیں) موصوف کے غیر کے ساتھ قائم ہو تو موصوف کی صفت نہ ہوگی بلکہ غیر کی ہوگی اور

---

(۱) الترمذی، ابواب الایمان، باب: ماجاء فی من یموت وھو یشھد الخ مطبوعہ: امین کمپنی، دہلی۔ ۸۸/۲
⊙ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، فضیلۃ شہادۃ لا الہ الا اللہ، مطبوعہ: دارالفکر، بیروت۔ ۶/۱
⊙ موارد الظمآن، الی زوائد ابن حبان، حدیث نمبر ۲۵۲۳، مطبوعہ: المطبعہ السّلفیہ۔ ص ۶۲۵
⊙ کنز العمال، حدیث نمبر ۱۰۹-۱۴۲۱، موسسۃ الرسالہ، بیروت۔ ۲۹۶-۴۴/۱
⊙ سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، باب ما یرجیٰ من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔ ص ۳۲۸
⊙ مسند احمد بن حنبل، عن عبداللہ بن عمرو، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت۔ ۲۱۳/۲

اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوئی کیوں کہ صفت کہتے اسے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو، جب وہ قائم بنفسہا ہو تو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ جوہر ہوئی اور یہ (کہنا) کہ عرض اور قائم بنفسہ بھی ہے تو یہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے (اور اجتماع ضدین باطل ہے) اور قدرت الٰہیہ محالات عقلیہ سے متعلق نہیں ہوتی۔ وزن اعمال (جو کہا جاتا ہے) بایں معنیٰ ہے کہ کاغذ اور صحیفے تولے جائیں گے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے جسے احمد، ترمذی، ابن حبان، حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن مردویہ، امام لالکائی اور بیہقی نے قیامت کی بحث میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو چن لے گا، پھر اس کے سامنے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر حد نگاہ تک ہوگا، پھر اسے کہا جائے گا: تو اس سے انکار کرتا ہے یا میرے فرشتوں (کراماً کاتبین) نے تم پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! نہیں۔ اللہ فرمائے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں۔ اللہ فرمائے گا: ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا: جا، اس کا وزن کرا۔ بندہ عرض کرے گا کہ ان رجسٹروں کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ فرمائے گا: تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ (جس پر کلمہ شریف لکھا ہوگا) چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری، اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔

بالجملہ حاصل شریف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذات کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلی بلا واسطہ ہمارے حضور ہیں، باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں، صلى الله تعالى عليه وسلم وعلى اله و صحبه و بارك و كرم.

و الله سبحانه و تعالى أعلم.

مسئلہ:

از کلکتہ، مچھوا بازار، اسٹریٹ نمبر ۲۱، متصل چولیا مسجد، مرسلہ: حکیم اظہر علی صاحب،

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ

بحضور اقدس جناب مولانا مدظلہ العالی یہ اشتہار ترسیل خدمت ہے، اگر صحیح ہو تو اس پر صادر کر دیا جائے۔ والا جواب مفصل ترقیم فرمائیں والادب۔ اظہر علی عفی عنہ

نقل اشتہار

"رب! زدنی علما" (اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔) نور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور یعنی جز و ذات یا عین ذات کا ٹکڑا نہیں بلکہ پیدا کیا ہوا، نور مخلوق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"أول ماخلق الله نوری، أول ما خلق الله القلم، أول ما خلق الله العقل، كذا فی "تاريخ الخميس"[1] و "سرالأسرار"."

(سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا، "تاریخ خمیس" اور "سر الاسرار" میں یوں ہی ہے۔ت)

اور ذاتی نور کہنے سے نور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جزء ذات یا عین ذات یا ٹکڑا ذات خدائے تعالیٰ کا کہنا لازم آتا ہے، یہ کلام کفر ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کیوں کہ ذاتی کے معنیٰ اگر اصطلاحی لیے جائیں تو جز و خدا یا عین خدا یا ٹکڑا ذات خدا کا ہونا لازم آتا ہے، یہی کلام کفر ہے اور عقائد بعض جہال کے یہی ہیں، اس سبب سے نور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور

(۱) تاریخ الخمیس، مطلب اول المخلوقات، مطبوعہ: مؤسسۃ شعبان، بیروت۔ ۱/ ۱۹

⊙ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، تحت الحدیث ۹۴، مطبوعہ: المکتبۃ الحبیبیہ، کوئٹہ۔ ۱/ ۲۹۱

ذاتی یا ذاتی نور یا اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا نہ کہنا چاہئے، اگر نور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور خدا، یا نور مخلوق خدا، یا نور ذات خدا، یا نور جمال خدا کہے تو کہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "سر الاسرار" میں فرمایا ہے:

"لما خلق الله تعالی روح محمد صلی الله تعالی علیه وسلم أولا من نور جماله."

(سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے روح محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اپنے نور جمال سے پیدا فرمایا۔ت)

اورحدیث قدسی میں آیا ہے:

"خلقت روح محمد صلی الله تعالی علیه وسلم من نور وجهی. کما قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: أول ما خلق الله روحی، أول ماخلق الله نوری."(1)

(میں نے روح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے نور سے پیدا فرمایا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ت)

کیوں کہ ایک چیز کو دوسرے کی طرف اضافت کرنے سے جز اس کا، یا عین اس کا لازم نہیں آتا ہے کیوں کہ مضاف ومضاف الیہ کے درمیان مغایرت شرط ہے۔ چنانچہ 'بیت اللہ' 'ناقۃ اللہ' 'نور اللہ' 'روح اللہ'، پس ثابت ہوا کہ نور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم 'نور مخلوق خدا' یا 'نور ذات خدا' یا 'نور جمال خدا' ہے، نور ذاتی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا اور جز وعین نہیں ہے۔

والله اعلم بالصواب.

المشتہر: عبدالمہیمن، قاضی علاقہ، تھانہ بہو بازار وغیرہ کلکتہ

(1) تاریخ الخمیس، مطلب اول المخلوقات، مطبوعہ: مؤسسۃ شعبان، بیروت۔ ۱/۱۹

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور بلاشبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی یعنی عین ذات الٰہی سے پیدا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے فتویٰ میں تصریحات علمائے کرام سے محقق کیا اور اس کے معنیٰ بھی وہیں مشرح کردیئے۔ حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا؟ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نور رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ! ذات الٰہی کا جز یا اس کا عین ونفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر وارتداد۔

أی: إدعاء الجزئیة مطلقاً والعینیة بمعنی الإتحاد، أی: هو هو فی مرتبة الفرق، أما أن الوجود واحد فی مرتبة الجمع، والکل ظلاله وعکوسه فی مرتبة الفرق، فلاموجود الا هو فی مرتبة الحقیقة الذاتیة، إذلا حظ لغیره فی حد ذاته من الوجود أصلا جملة واحدة من دونه ثنیا، فحق واضح لا شك فیه.

(یعنی جزئیت کا دعویٰ کرنا مطلقاً اور عینیت بمعنیٰ اتحاد کا دعویٰ کرنا یعنی مرتبہ فرق میں نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ذات خدا ہے (کفر ہے) لیکن یہ اعتقاد کہ بے شک وجود ایک ہے اور موجود ایک ہے مرتبہ جمع میں اور تمام موجودات مرتبہ فرق میں اسی کے ظل اور عکس ہیں۔ چنانچہ مرتبہ حقیقت ذاتیہ میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں کیوں کہ حد ذات میں اس کی ماسوا کسی کے لیے بغیر کسی استثنا کے بالکل وجود سے کوئی حصہ نہیں، (یہ اعتقاد) خالص حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ت)

مگر نور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نور ذاتی کہنے سے نہ عین ذات یا جزو ذات ہونا لازم، نہ مسلمانوں پر بدگمانی جائز، نہ عرف عام علماء وعوام میں اس سے یہ معنیٰ مفہوم، نہ نور ذات کہنے کو نور ذاتی کہنے پر ترجیح جس سے وہ جائز اور یہ ناجائز ہو۔

أولاً:

ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عین ذات یا جزو ماہیت ہو، خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے، علماء وعامہ کے عرف عام میں نہ یہ معنیٰ مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، عام محاورہ میں کہتے ہیں: ''یہ میں

اپنے ذاتی علم سے کہتا ہوں''یعنی: کسی کی سنی سنائی نہیں۔ ''یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے''یعنی: چندہ وغیرہ مال غیر سے نہیں۔ ائمہ اہل سنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفات الٰہیہ عین ذات نہیں، اللہ عزوجل کے علم وقدرت وسمع وبصر وارادہ وکلام وحیات کو اس کی صفت ذاتی کہتے ہیں۔

"حديقه نديه"میں ہے:

"إعلم بأن الصفات التي هي لاعين الذات، ولا غيرها، إنما هي الصفات الذاتية ..."(۱)

(بے شک وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی نہ عین اور نہ غیر ہیں، صرف وہ ذاتی صفات ہیں۔ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف رسالہ" تعریفات"میں فرماتے ہیں:

"الصفات الذاتية: هي ما يوصف الله تعالى بها، ولا يوصف بضدها، نحو: القدرة، و العزة، والعظمة، وغيرها."(۲)

(ذاتی صفات: وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ موصوف ہے اور ان کی ضد سے موصوف نہیں، جیسے: قدرت، عزت، عظمت وغیرہا۔ت)

وجوب ذاتی، امتناع ذاتی اور امکان ذاتی کا نام حکمت وکلام وفلسفہ وغیرہا میں سنا ہوگا، یعنی: إن الذات تقتضي لذاتها الوجود أو العدم (یعنی: بلاشبہ ذات اپنی ذات کے اعتبار سے وجود یا عدم کا تقاضا کرتی ہے) اولاً: ان میں کوئی بھی اپنے موصوف کا نہ عین ذات ہے نہ جز بلکہ مفہومات اعتباریہ ہیں جن کے لیے خارج میں وجود نہیں كما حقق في محله. (جیسا کہ اس کے محل میں اس کی تحقیق کردی گئی ہے۔ت) یوں ہی 'اصلیین' اعنی: علم کلام وعلم اصول فقہ میں افعال کے حسن ذاتی و قبح ذاتی کا مسئلہ اور اس میں ہمارے ائمہ ماتریدیہ کا مذہب سنا ہوگا حالاں کہ بداہتاً حسن وقبح نہ عین فعل ہیں نہ جز وفعل۔

---

(۱) الحدیقۃ الندیہ، الاباب الثانی، مطبوعہ: نوریہ رضویہ، فیصل آباد۔۱/۲۵۴

(۲) التعریفات للجرجانی ۸۷۰ (الصفات الذاتیہ)، مطبوعہ: دار الکتاب العربی، بیروت۔ص ۱۱۱

محقق علی الاطلاق "تحریر الاصول" میں فرماتے ہیں:

مما إتفقت فيه الاغراض و العادات، و استحق به المدح و الذم فی نظر العقول جميعا لتعلق مصالح الكل به لا يفيد بل هو المراد بالذاتی للقطع بأن مجرد حركة اليد قتلا ظلما لا تزيد حقيقتها على حقيقتها عدلا ، فلو كان الذاتی مقتضى الذات اتحد لازمهما حسنا وقبحا، فانما يراد (ای بالذاتی) مايجزم به العقل لفعل من الصفة بمجرد تعقله كائنا عن صفة نفس من قام به فباعتبارها يوصف بانه عدل حسن أوضده."(۱)

(جس میں اغراض و عادات متفق ہوں اور اس کے سبب سے مدح وذم کا استحقاق ہو کیوں کہ سب کے مصالح اس سے متعلق ہیں یہ قول غیر مفید ہے بلکہ ذاتی سے مراد وہی ہے، اس لیے کہ یہ بات قطعی ہے کہ قتل کے لیے بطور ظلم محض حرکت ید کی حقیقت بطور عدل اس کی حرکت کی حقیقت سے زائد نہیں ۔ اگر ذاتی مقتضاے ذات ہوتا تو ان دونوں کا لازم حسن و قبح کے اعتبار سے متحد ہو جاتا کیوں کہ ذاتی سے مراد وہ ہے کہ عقل اس کے ساتھ جزم کرے کسی فعل کے لیے صفت سے، محض اس کے متعقل ہونے کی وجہ سے اس ذات کی صفت سے جس کے ساتھ وہ قائم ہے اسی کے اعتبار سے اس کو عدل وحسن یا اس کی ضد کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے۔ت)

ثانیاً:

ذاتی میں یاے نسبت ہے، ذاتی منسوب بہ ذات اور متغائرین میں ہر اضافت مصحح نسبت جو چیز دوسرے کی طرف مضاف ہوگی وہ ضرور اس کی طرف منسوب ہوگی کہ اضافت بھی ایک نسبت ہی ہے، تو جب نور ذات کہنا صحیح نہ ہے تو نور ذاتی کہنا بھی قطعاً صحیح نہ ہوگا ورنہ نسبت ممتنع ہوگی تو نور ذات کہنا بھی باطل ہو جائے گا۔ هذا خلف.

ثالثاً:

نور ذات کہنا جس کا جواز مانع کو بھی تسلیم ہے اس میں اضافت بیانیہ ہو یعنی وہ نور کہ عین ذات

(۱) تحریر الاصول، المقالۃ الثانیہ، الباب الاول، الفصل الثانی، مطبوعہ: مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۲۲۵-۲۲۶

الٰہی ہے تو معاذ اللہ نور رسالت کا عین ذات الوہیت ہونا لازم آتا ہے پھر یہ کیوں نہ منع ہوا، اگر کہئے کہ یہ معنیٰ مراد نہیں بل کہ اضافت لامیہ ہے اور اس کی وجہ تشریف جیسے: 'بیت اللہ'، 'ناقۃ اللہ' اور 'روح اللہ'، تو اس معنیٰ پر نور ذاتی میں کیا حرج ہے؟ یعنی وہ نور کہ ذات الٰہی سے نسبت خاصہ ممتازہ رکھتا ہے۔

"شرح المواهب للعلامة الزرقاني" میں ہے:

"إضافة تشريف وإشعار بأنه خلق عجيب و أن له شانا له مناسبة ما إلى الحضرة الربوبية على حد قوله تعالى: ﴿وَ نَفَخَ فِيْهِ مِن رُّوْحِهٖ﴾[السجدة: ٩]"(١)

اضافت تشریفیہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عجیب مخلوق ہیں اور بارگاہ ربوبیت میں آپ کو خاص نسبت ہے جیسے ﴿وَ نَفَخَ فِيْهِ مِن رُّوْحِهٖ﴾ [السجدة: ٩]

اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی۔[کنز الایمان]

رابعاً:

نور ذاتی میں اگر ایک معنیٰ معاذ اللہ کفر ہے کہ ذاتی کو اصطلاح فن ایساغوجی پر حمل کریں جو ہرگز قائلوں کی مراد نہیں بلکہ غالباً ان کو معلوم بھی نہ ہوگی تو 'نور ذات' یا 'نور اللہ' کہنے میں جن کا جواز خود مانع کو مسلم ہے، عیاذاً باللہ! متعدد وجہ پر معانی کفر ہیں۔

ہم نے فتوی دیگر میں بیان کیا کہ نور کے دو معنیٰ ہیں:

ایک 'ظاهر بنفسه مظهر لغيره'، بایں معنیٰ اگر اضافت بیانیہ لو تو نور رسالت عین ذات الٰہی ٹھہرے اور یہ کفر ہے۔ اور اگر لامیہ لو تو یہ معنیٰ ہوں گے کہ وہ نور کہ آپ بذات خود ظاہر اور ذات الٰہی کا ظاہر کرنے والا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

دوسرا معنیٰ یہ کیفیت وعرض جسے چمک، جھلک، اجالا اور روشنی کہتے ہیں اس معنیٰ پر اضافت بیانیہ لو تو کفر عینیت کے علاوہ ایک اور کفر عرضیت عارض ہوگا کہ ذات الٰہی معاذ اللہ! ایک عرض و کیفیت قرار پائی، اور اگر لامیہ لو تو کسی کی روشنی کہنے سے غالباً یہ مفہوم کہ یہ کیفیت اس کو عارض ہے،

(١) شرح الزرقاني على المواهب اللدنية، المقصد الاول، دار المعرفة، بيروت-١/٤٦

جیسے: نور شمس ونور قمر ونور چراغ، یوں معاذ اللہ! اللہ عزوجل محل حوادث ٹھہرے گا، یہ بھی صریح ضلالت وگمراہی ومنجر بہ کفر لزومی ہے، ایسے خیالات سے اگر 'نور ذاتی' کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو 'نور ذات' اور 'نور اللہ' کہنا چار درجے، حالاں کہ ان کا جواز مانع کو مسلم ہونے کے علاوہ 'نور اللہ' تو خود قرآن عظیم میں وارد ہے:

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

[الصف:٨]

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونھوں سے بجھا دیں، اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا، پڑے (اگرچہ) برا مانیں کافر۔[کنزالایمان]

﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ.﴾[التوبة: ٣٢]

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا، پڑے (اگرچہ) برا مانیں کافر۔[کنزالایمان]

حدیث میں ہے:

"اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله."(١)

(مومن کی فراست سے ڈرو کیوں کہ وہ نور اللہ سے دیکھتا ہے۔ت)

خامساً:

مضاف ومضاف الیہ میں اگر مغایرت شرط ہے تو منسوب ومنسوب الیہ میں کیا شرط نہیں؟

سادساً:

بلکہ اس طور پر جو مانع نے اختیار کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے پہلے مخلوق

---

(١) سنن الترمذی، کتاب التفسیر، حدیث نمبر ٣١٣٨، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت۔ ٥/ ٨٨

⊙ کنز العمال، حدیث نمبر ٣٠٧٣٠، مطبوعہ: مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔ ١١/ ٨٨

الٰہی نہ رہیں گے، دو چیزیں حضور سے پہلے مخلوق قرار پائیں گی اور یہ خلاف حدیث اور خلاف نصوص ائمہ قدیم وحدیث۔

حدیث میں ارشاد ہوا:

" یا جابر! إن الله خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره."(۱)

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

یہاں دو اضافتیں ہیں: نور نبی اور نور خدا۔ اور مشتہر کے نزدیک اضافت میں مغایرت شرط ہے تو نور نبی، غیر نبی ہوا اور نور خدا، غیر خدا، اور غیر خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نور خدا مخلوق ہوا اور اس نور سے نور نبی بنا، تو ضرور نور خدا نور نبی سے پہلے مخلوق تھا اور نور نبی باقی سب اشیا سے پہلے بنا اور اس سے پہلے نور خدا بنا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو مخلوق پہلے ہوئے، یہ محض باطل ہے۔

سابعاً:

حل یہ ہے کہ ایسا غوجی میں ذاتی مقابل عرضی ہے بایں معنیٰ اللہ عزوجل نور ذاتی ونور عرضی، دونوں سے پاک ومنزہ ہے مگر وہ یہاں نہ مراد نہ مفہوم اور عام محاورہ میں ذاتی مقابل صفاتی واسمائی ہے اور یہاں یہی مقصود، بایں معنیٰ اللہ عزوجل کے لیے نور ذاتی ونور صفاتی ونور اسمائی سب ہیں کہ اس کی ذات وصفات واسماء کی تجلیاں ہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تجلی ذات اور انبیاء واولیاء وسائر خلق اللہ تجلی اسماء وصفات ہیں جیسا کہ ہم نے فتوائے دیگر میں شیخ محقق سے نقل کیا، رحمہ اللہ تعالی .

واللہ تعالیٰ أعلم وعلمه جل مجده أتم و صلى الله تعالىٰ أعلم و علمه جل مجده أتم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد و اله وسلم.

............*

(۱) المواہب اللدنیہ، المقصد الاول، مطبوعہ: المکتبہ الاسلامی، بیروت۔ ۱/۷۱

مطبوعاتِ نوری مشن مالیگاؤں

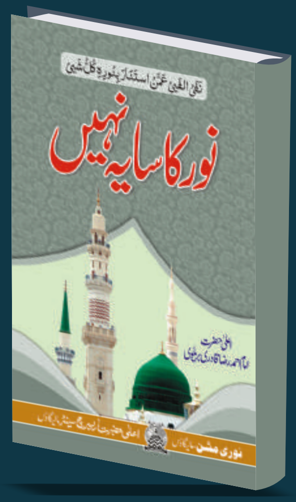

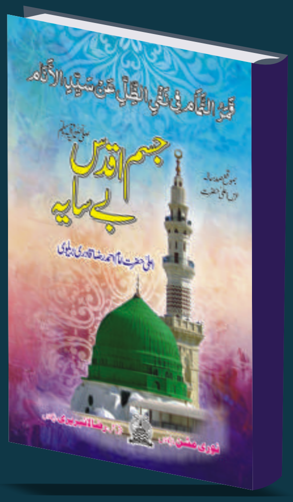

اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر

پلاٹ نمبر 38، سروے نمبر 25، اعلیٰ حضرت روڈ، نور باغ، مالیگاؤں

- غلام مصطفیٰ رضوی 9325028586
- فرید رضوی 9273574090
- معین پٹھان رضوی 7588815888